بفیض روحانی
جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری
علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا قادری
مدظلہ العالی والنورانی (سربراہ اعلیٰ جامعۃ الرضا)

پاسبانِ مسلک اعلیٰ حضرت، ترجمانِ فکر رضا

ماہنامہ

جامعۃ الرضا

بریلی شریف

ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ

زیر اہتمام

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی-243003

ای میل- jamiaturraza@gmail.com

ویب سائٹ- www.cisjamiturraza.ac.in

اس ماہنامہ کو جامعۃ الرضا کے آئی ٹی سیل نے کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کر کے شائع کیا

فہرست مشمولات

□□□□

حمد باری تعالیٰ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سب ہی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سَرد گہ تپاں ہے
کبھی زیرِ لب فغاں ہے کبھی چپ کہ دم نہ تھایا
رُخ کام جاں دکھایا

یہ تصوراتِ باطِل ترے آگے کیا ہیں مشکل
تری قدرتیں ہیں کامِل انھیں راست کر خدایا
میں انھیں شفیع لایا

تجھے حمد ہے خدایا

□□□

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنونِ جناں سوئے زاغ لے کے چلے

گیے، زیارتِ در کی، صد آہ واپس آئے
نظر کے اشک پچھے دل کا داغ لے کے چلے

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

□□□

منقبت درشان غوث اعظم رضی اللہ عنہ

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

پیروں کے آپ پیر ہیں یا غوث المدد
اہل صفا کے میر ہیں یا غوث المدد

رنج والم کثیر ہیں یا غوث المدد
ہم عاجز و اسیر ہیں یا غوث المدد

ہم کیسے جی رہے ہیں یہ تم سے کیا کہیں
ہم ہیں الم کے تیر ہیں یا غوث المدد

صدقہ رسول پاک کا جھولی میں ڈال دو
ہم قادری فقیر ہیں یا غوث المدد

دل کی سنائے اختر دل کی زبان میں
کہتے یہ بہتے نیر ہیں یا غوث المدد

اظہارِ مسرت ودعا

از: جانشین حضور تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند، قائد ملت حضرت علامہ مفتی الشاہ

محمد عسجد رضا خان قادری

دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ (سربراہ اعلیٰ جامعۃ الرضا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے باصلاحیت اساتذہ تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک آن لائن رسالہ بنام ”ماہنامہ جامعۃ الرضا“ جاری کر رہے ہیں جس کا ہدف قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمانوں کے موجودہ مسائل کا حل پیش کرنا اور اسلاف کرام بالخصوص اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سیرت اور تعلیمات سے ان کو روشناس کرانا اور ان کے عقائد واعمال کی اصلاح کرنا ہے، اُن کو عصر حاضر کے فتنوں سے آگاہ کر کے اُن سے بچنے کی تدبیر بتانا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کا مقصد پورا فرمائے، اس کو مسلک اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان اور فکر رضا کا ترجمان بنائے۔ اس کو تادیر جاری وساری رکھے اور اس میں حصہ لینے والے علمائے جامعۃ الرضا کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، ان کے علم میں، ان کے وقت میں، ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، ان کی یہ کوشش قبول فرمائے اور اُنہیں دین وسنیت کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ

ماہنامہ جامعۃ الرضا کی اشاعت کا مقصد

از: عاشق حسین کشمیری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

تیرہویں صدی کے آخر میں مسلمان انتہائی مشکل دور سے گزر رہے تھے، ان کے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے تھے، ان کی جان سے زیادہ قیمتی دولت، دولتِ ایمان پر ہر چہار جانب سے حملے ہو رہے تھے اور اسے لوٹنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی، حملہ کرنے والے اگر صرف غیر ہوتے تو انہیں پہچان کر ان سے بچنے کی تدبیر آسان تھی مگر کلمہ پڑھنے والے، نماز و روزہ ادا کرنے والے، اسلامی لباس میں ملبوس اور جبہ و عمامہ پہن کر آنے والے ایمان کے لٹیروں کو تو پہچاننا بھی مشکل تھا، بچنے کی تدبیر کیا کی جاتی، وہ تو قرآن و حدیث کی باتیں کرتے تھے، ان کا ردو انکار کیسے کیا جاتا، ان میں سے کچھ سیاست کے نام پر سب کچھ جائز کر کے لوگوں کو ورغلاتے تھے، تو کچھ انسانیت کے نام پر حق و باطل کا فرق مٹانے کی کوشش کرتے تھے، کچھ معمولات اہل سنت کو ناجائز و حرام بلکہ شرک کہہ کر ان پر مشرک ہونے کا لیبل لگاتے تھے، کچھ اولیائے کرام، صحابہ کرام یہاں تک کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لوگوں کو بے ادب اور گستاخ بنانے میں لگے ہوئے تھے، کچھ قرآن و حدیث کی نصوص کے اجماعی معنی بدل کر اور اُن میں غلط تاویلیں کر کے انہیں اپنی فکر اور اپنی طبیعت کے مطابق کرنے کی ناکام سعی کر رہے تھے، کچھ لوگ بتوں کے بارے میں نازل شدہ آیتوں کو اولیائے کرام پر چسپاں کر کے ان کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے اور اُن کی بارگاہوں سے لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

غرض! مسلمانوں کے عقائد اور اعمال بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جا رہی تھی۔ ایسے ماحول میں اللہ رب العالمین نے مسلمانوں پر کرم فرمایا اور اُن کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قدس سرہ کو بھیجا اور آپ نے ان اندرونی دشمنوں کی پہچان کرائی، قرآن و حدیث کی وہی تفسیریں اور تشریحیں لوگوں کے سامنے لائے جو اسلاف کرام سے ماثور و منقول تھیں اور اُن منمانی تاویلوں کی دھجیاں اُڑا دیں، اُن عقائد و اعمال کو قرآن و حدیث سے مؤید اور مدلل کر کے لوگوں میں عام کیا جن پر مسلمان چودہ سو سالوں سے قائم و دائم تھے، لوگوں کے دلوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عرفان، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق اور صحابہ کرام و اولیائے عظام کے ادب و احترام سے معمور کیا۔

مختصر یہ کہ آپ نے ان لٹیروں کی سازشوں کو ناکام کر کے لوگوں کے دین و ایمان کی ایسی حفاظت فرمائی اور ایسا احقاقِ حق و ابطال باطل کیا کہ آپ کا اسم گرامی حق کی پہچان بن گیا اور ایسی پہچان بن گیا کہ عرب کے ایک جلیل القدر عالم کا بیان ہے کہ جب ہمارے پاس ہندوستان سے کوئی آتا ہے تو ہم اس سے امام احمد رضا قادری کے بارے میں پوچھتے ہیں، اگر امام احمد رضا کا نام سن کر اُس کا چہرہ کھل اُٹھتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اہل حق اہل سنت و جماعت سے ہے اور اگر اُس کا چہرہ مرجھا جاتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اہل بدعت سے ہے۔ یہ ہمارے پاس ایک معیار ہے۔ (مفہوم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد بھی طرح طرح کے فتنوں کا ظہور ہوا اور اعلیٰ حضرت کے شہزادگان حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا قدس سرہ اور مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قدس سرہ نے دیگر اہل حق کے ساتھ مل کر اُن

کے خلاف جہاد کر کے ان کا سر کچل دیا۔

اُن کے بعد جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کا دور آیا۔آپ کے دور میں ذرائع ابلاغ نے خوب ترقی کی، الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ سوشل میڈیا بھی کافی ڈیویلپ ہو گیا تھا، فتنوں کی رفتار کافی بڑھ گئی، جو فتنہ ایک علاقہ تک محدود رہتا، سوشل میڈیا اس کو چند گھنٹوں میں عالمگیر بنا دیتی، مگر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس مقصد عظیم کی ہمیشگی کے لئے بریلی شریف میں مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا جیسا عظیم الشان ادارہ قائم فرمایا، جس نے بہت کم وقت میں عالمگیر شہرت اور پذیرائی حاصل کی اور دین کے ہزاروں محافظ قوم کو دیے۔

جامعۃ الرضا کے قیام کا اہم مقصد یہی تھا کہ یہاں سے اعلیٰ حضرت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلاف کرام کی محبت وعظمت دل ودماغ میں بٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اور اُن کے عقائد واعمال کی اصلاح کی جائے اور دین کے دشمنوں کی سازشوں سے باخبر کر کے اُن سے بچنے کی تدبیر بتائی جائے اور جو جہالت سے ناشی ذہنی آزادی اور فکری آوارگی مسلمانوں کے بیچ پھیلی اور پھیلائی جا رہی ہے، اس کا سدِ باب کیا جائے۔

جامعہ کے ابتدائی تعلیمی امور کو منظم کرنے اور فتاویٰ تاج الشریعہ مکمل ۱۰ جلد کی ترتیب سے فراغت کے بعد چند مخلص اساتذہ نے ایک میٹنگ میں اس مقصد کی طرف متوجہ کیا اور فی الحال ایک آن لائن ماہنامہ نکالنے کی پیش کش کی جس میں فکر رضا کے دائرے میں رہتے ہوئے عمدہ مضامین کا انتخاب کر کے اس مقصد عظیم کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔سبھی اساتذہ نے ان سے اتفاق کیا اور اس کے بعد جامعہ کے سربراہ اعلیٰ جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی عسجد رضا قادری دامت برکاتہ کی بارگاہ میں اس کا ذکر کیا تو حضرت نے دعاؤں کے ساتھ اس کی منظوری دی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیضان اور جانشین حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہ کی بابرکت سرپرستی میں ماہنامہ جس کا نام جامعہ ہی کے نام پر" ماہنامہ جامعۃ الرضا" رکھا گیا ہے، کا پہلا شمارہ آپ کے مطالعہ کی میز پر رکھا جا رہا ہے، فیض رضا سے مالا مال ہونے کے لئے خود بھی پڑھیے اور اپنے دوست واحباب کو بھی پڑھنے کی تلقین کیجئے، پھر جامعۃ الرضا اور علمائے جامعۃ الرضا کے لئے دعائے خیر کیجئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

□□□

"راستے پر کنکر ہوں تو اچھا جوتا پہن کر چلا جا سکتا ہے لیکن جوتے میں ایک بھی کنکر ہو تو اچھی سڑک پر بھی چلنا مشکل ہوتا ہے"

ہم باہر کی مشکلات سے نہیں، اپنے اندر کی کمزوریوں سے ہارتے ہیں۔

تحفظ ناموس رسالت قرآن وحدیث کی روشنی میں

از: شاہد رضا علیمی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

حضور سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کی محبت و عقیدت مدارِ ایمان، اور اُن کی تعظیم وتوقیر شرطِ اسلام ہے، جب تک نبی اکرم ﷺ کی محبت اپنے ماں، باپ، اولاد، جان، مال اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ نہ ہو، انسان مومن کامل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (سورۃ التوبۃ: ٢٤)

(ترجمہ): تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے یا دیر میں آنے والے میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین کے محفوظ رکھنے کے لئے دنیا کی مَشقت برداشت کرنا مسلمان پر لازم ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے مقابل دنیوی تعلقات کچھ قابلِ اِلتفات نہیں اور خدا اور رسول کی مَحبت ایمان کی دلیل ہے۔

تمام مسلمانوں پر نبی ﷺ کا ادب واحترام، تعظیم و توقیر لازم ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا۔ (سورۃ الفتح: ٩)

(ترجمہ): اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

پروردگارِ عالم اپنے حبیب اکرم ﷺ کی بارگاہ کے آداب سکھاتا ہے کہ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ادنیٰ سی بے ادبی سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور ایمان ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورۃ الحجرات: ٢)

(ترجمہ): اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت کے تحت خزائن العرفان میں ہے:

جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، یہی دربارِ رسالت کا ادب واحترام ہے۔ اس آیت میں حضور کا اجلال واکرام وادب واحترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلماتِ ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم والقابِ عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو کہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

جو انسان ادب واحترام کی پاسداری کرتا ہے، اس کے

لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ (سورۃ الحجرات:۳)

(ترجمہ): بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت فرمائی کہ صحابہ کرام کو حضور کی بارگاہ میں ان کلمات کے استعمال سے بھی منع فرما دیا جو توہین کا احتمال رکھتے تھے، لہٰذا ارشاد ہوا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ (سورۃ البقرۃ:۴)

(ترجمہ): اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذ یہودیوں کی لغت جانتے تھے، ایک دن آپ نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سن کر فرمایا: تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن ماردوں گا، یہود نے کہا ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں، مسلمان بھی تو یہ کلمہ بولتے ہیں، تو حضور پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ لفظ بولنے سے منع کیا گیا تا کہ یہود مسلمانوں کی پیروی میں یہ کلمہ بول کر فاسد معنی مراد نہ لیں۔

(قرطبی، ج۲، ص ۲۹۳)

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے: "رَاعِنَا یارسول اللہ" اس کے یہ معنی تھے کہ یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمایئے یعنی کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا انہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔

(سورۃ التوبۃ:۶۱)

(ترجمہ): اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۔

(سورۃ الاحزاب:۵۷)

(ترجمہ): بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

رب ذوالجلال نے ان لوگوں سے تعلقات ختم کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ ورسول کی مخالفت کرتے ہیں، فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (سورۃ المجادلۃ:۲۲)

(ترجمہ): تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں

اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنُبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

خزائن العرفان میں ہے: ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودّت و اختلاط جائز نہیں''۔

اس سلسلے میں چند احادیث مبارکہ ذکر کی جارہی ہیں۔

المواہب اللدنیہ میں ہے: **''و قدروی البزار عن ابن عباس ان عقبۃ بن ابی معیط نادی: یامعشر قریش مالی اقتل من بینکم صبرا فقال لہ النبی ﷺ بکفرک وافترائک علیٰ رسول اللہ''**۔ (ج ۲، ص ۳۰۷)

(ترجمہ): بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ عقبہ بن ابی معیط نے ندا کی کہ اے جماعت قریش میں تمہارے درمیان کیوں قتل کیا جا رہا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے کفر کیا اور اللہ کے رسول پر افترا کیا۔

اسی میں ہے: **عن سعید بن جبیر ان رجلا کذب علی النبی ﷺ فبعث علیا والزبیر وقال: اذھبا فان ادرکتماہ فاقتلاہ۔**

(ترجمہ): حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا تو حضور نے حضرت علی اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا اور فرمایا: تم جاؤ، اگر وہ ملے تو اسے قتل کردینا۔

شفاء شریف میں ہے: **عن الحسین بن علی عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ قال: من سب نبیا فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاضربوہ۔**

(ترجمہ): حضرت حسین بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کردو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے زدوکوب کرو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی کیسی تعظیم کیا کرتے تھے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے بایں الفاظ بیان کیا ہے: **واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علیٰ قیصر وکسریٰ والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد ﷺ محمدا واللہ ان تنخم نخامۃ الاوقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ اذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون الیہ النظر تعظیما لہ۔**

(صحیح البخاری کی طویل حدیث کا ایک ٹکڑا)

(ترجمہ): بخدا میں نجاشی اور قیصر و کسریٰ اور دیگر بادشاہوں کے دربار میں گیا لیکن جیسی تعظیم محمد کے صحابہ محمد کی کرتے ہیں ویسی تعظیم میں نے کسی بادشاہ کی نہ دیکھی، محمد (ﷺ) کا لعاب دہن بھی ان کی ہتھیلی ہی پر پڑتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور جسم پر ملتے ہیں، جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو اُن کے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اعضاء مبارک سے ٹپکنے والے پانی کو لینے کے لئے مسابقت کرتے ہیں، جب وہ بولتے ہیں تو سب خاموش ہوجاتے ہیں، ان کی تعظیم کی خاطر ان کی جانب نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔

□□□

یتیم پروری سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینے میں

از: عظیم رضا مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اسلام انسانی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر مشعل راہ بھی ہے اس کے پیروکار حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے مکلف ہیں ان حقوق کی ادائیگی میں کسی طرح کی کوتاہی موجب عقاب و عتاب ہے، یہ مذہب اسلام کی بڑی خوبی ہے کہ وہ ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے، اس دین متین نے جس طرح والدین، اعزا و اقارب اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق پر زور دیا ہے اسی طرح یتیموں کے حقوق کی پاسداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر بھی خاصا زور دیا ہے کیونکہ انسانی معاشرے کا عروج باہمی الفت ومحبت پر ہے اور اس الفت و محبت کا مدار ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ہے لہذا وہ بچہ جو بچپن ہی میں شفقت پدری سے محروم ہو جائے وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے سر پر دست شفقت رکھا جائے۔ اپنی اولاد کی طرح اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے اور اس کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا جائے تاکہ وہ بھی معاشرتی یا معاشی تعطل کا شکار ہوئے بغیر زندگی کے ہر میدان میں کامیابی کے منازل طے کر سکے یہی وہ حقوق ہیں جن کا درس دینے کے لئے بی بی آمنہ کے در یتیم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کی بہار بن کر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کو اپنے سینے سے لگایا، ان کے سر پر دست رحمت و شفقت رکھا، انہیں ذلت کے غار عمیق سے نکال کر عزت کی کرسی پر براجمان کیا اور یتیموں کی کفالت کرنے والوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا: **أنا و کافل الیتیم کھاتین في الجنة..** (ابوداؤد، تاب الأدب) میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہونگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی اور انگوٹھے کے پاس والی انگلی کو ملا کر دکھایا۔

اور ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو سخت عذاب کی خبر سناتے ہوئے فرمایا: **"اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا یا رسول الله! ما ھن؟ قال: الشرک بالله و السحر و قتل النفس التي حرم الله إلا بالحق و أکل الربا و أکل مال الیتیم و التولی یوم الزحف و قذف المحصنات المؤمنات الغافلات"** (صحیح البخاري، کتاب الوصایا) سات مہلک باتوں سے بچو، عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ (سات باتیں) کون سی ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے بھاگنا، ایمان والی بے خبر پاکباز عورتوں پر تہمت لگانا۔

حضور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے سر پر اپنی چادر رحمت کا سایہ فرما کر دنیائے انسانیت اور عرب کے گنواروں کو یتیموں کے حقوق اور ان کی عزت و آبرو کا امین بنا دیا اور ان کی کفالت و پرورش کرنے والوں کو اپنی زبان مبارک سے جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: **من قبض یتیما من بین المسلمین إلی طعامه و شرابه أدخله الله الجنة إلا أن یعمل ذنبا لا یغفر** (ترمذي باب البر والصلة) جو کسی مسلمان یتیم کے کھانے پینے کا ذمہ لے لے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا مگر یہ کہ ناقابل بخشش گناہ کرے۔ نیز یہ کہ یتیموں کی پرورش خیر و برکت کا ذریعہ ہے اور اس نیکی کو عملی جامہ پہنانے والا اجر عظیم کا مستحق ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا: **خیر بیت في المسلمین**

بیت فیه یتیم یحسن إلیه (ابن ماجہ) مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو جس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو۔ اور یتیم کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا: **و شر بیت في المسلمین بیت فیه یتیم یساء إلیه** (ابن ماجہ، باب حق الیتیم) مسلمانوں میں بد ترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو جس کے ساتھ بدسلوکی ہوتی ہو۔

یتیموں کو سہارا دینا، ان کے سر پر دست شفقت رکھنا ایک ایسا عمل ہے جس سے پتھر دل انسان کے اندر بھی پدرانہ احساسات وجذبات کا چمن کھل اٹھتا ہے اور وہ انسان ہمدردی وغمگساری کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ذیشان ہے (جب ایک شخص اپنی سنگدلی کی شکایت لیکر حاضر بارگاہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا): **إن أردت تلیین قلبک فأطعم المسکین و امسح رأس الیتیم** (مسند احمد) اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر۔ ایک موقع پر جب دریائے رحمت جوش میں تھا ارشاد فرمایا: **إن في الجنة دارا یقال له دار الفرح لا یدخلها إلاّ من فرّح یتامی المؤمنین** (کنز العمال) بیشک جنت میں ایک گھر ہے جسے دار الفرح (خوشی کا گھر) کہا جاتا ہے اس میں مسلمانوں کے یتیم بچوں کو خوشحال کرنے والے ہی داخل ہوں گے۔

جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یتیموں کی کتاب زندگی کے اوراق پلٹتے ہیں تو تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے حقوق کو پامال کیا جاتا تھا، ان کے مال کو غصب کر لیا جاتا تھا، ان کے ساتھ سنگدلی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا پھر جب اس جہالت بھری انسانی دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی کرنوں نے اپنے اجالے پھیلائے تو آپ کی حیات طیبہ بگڑی ہوئی انسانیت کے لئے سرچشمہ ہدایت ثابت ہوئی جہاں راہ بھٹکے لوگ آتے گئے اور نشانِ منزل پاتے چلے گئے، حقوق انسانی کی پامالی کرنے والے ہی ان حقوق کے پاسدار و پاسبان بن گئے کیونکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے قول وفعل سے انسانی حقوق کی ادائیگی کا درس دیا اور اپنے تابعداروں کو بھی ان حقوق کی ادائیگی کا سختی سے حکم فرمایا، آقائے کریم ﷺ نے جہاں ایک طرف یتیموں سے شفقت ومحبت رکھنے والوں کی یہ بلند شان بیان فرمائی کہ: **من مسح رأس یتیم لم یمسحه إلاّ لله کان له بکل شعرة مرت علیها حسنات..... الخ** (مسند احمد) جس نے کسی یتیم کے سر پر حصول رضائے الٰہی کے لئے ہاتھ پھیرا تو جس جس بال پر اس کا ہاتھ لگا ہر ایک کے بدلے نیکیاں ہیں اور جس نے کسی یتیم بچی یا بچے کے ساتھ حسن سلوک کیا تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیاں ملائیں۔ وہیں دوسری طرف ان کے حقوق واموال کو غصب کرنے والوں کو یہ وعید شدید بھی سنائی کہ: چار اشخاص ایسے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہوگا کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور نہ جنتی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دے شرابی، سودخور، والدین کا نافرمان، ناحق یتیموں کا مال کھانے والا۔ (مکاشفۃ القلوب) اور بلا جھجک یتیموں کے مال ہڑپ جانے پر سخت عذاب کی خبر سناتے ہوئے فرمایا: بروز قیامت قبروں سے ایسی قوم اٹھائی جائیگی جن کے منھ سے آگ بھڑک رہی ہوگی، عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا: کیا تم نے یہ فرمان نہیں دیکھا: **إن الذین یأکلون أموال الیتامیٰ ظلما إنما یأکلون في بطونهم نارا** بیشک جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔

اور یتیموں کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کرنا عذاب

دوزخ سے نجات پانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص کو عذاب نہ دے گا جو یتیم پر شفقت کرے، اس سے نرمی و محبت سے پیش آئے، محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عطا کے سبب اپنے پڑوسی پر ظلم نہ کرے۔ (طبرانی)

یتیم پروری کی متعدد مثالیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فعل سے بھی ملتی ہیں، ایک واقعہ ملاحظہ ہو!

عَنْ بَشِيرِ بْنِ عَقْرَبَةَ الْجُهَنِيِّ ، قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ الله: (صلى الله عليه وسلم) يَوْمَ أُحُدٍ فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ أَبِي؟ فَقَالَ اسْتُشْهِدَ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ، فَبَكَيْتُ، فَأَخَذَنِي فَمَسَحَ رَأْسِي وَحَمَلَنِي مَعَهُ، وَقَالَ:" أَمَا تَرْضَى أَنْ أَكُونَ أَنَا أَبُوكَ وَتَكُونَ عَائِشَةُ أُمَّكَ"

حضرت بشیر ابن عقربہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملا اور عرض کی کہ میرے والد کا کیا ہوا؟ فرمایا: وہ شہید ہو گئے، ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ (یہ سن کر) میں رونے لگا۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ میں تمہارا باپ ہوں اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمہاری ماں ہو! (کشف الاستار، مجمع الزوائد)

ان احادیث نبویہ سے واضح ہوا کہ اسلام حقوق یتامیٰ کا محافظ ہے اور یتیم بچے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ محبوب ہیں، ان کی کفالت و پرورش ان کا حق ہے جس کی ادائیگی دنیا میں رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہے اور آخرت میں حصول جنت کا ذریعہ ہے اور ان کے ساتھ بد سلوکی اور ان کے حقوق کی پامالی عذاب دوزخ کا سبب لہذا رحمت پروردگار حقوق کے پاسدار صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کی بابت جو ذمہ داریاں ہم پر عائد کی ہیں ضروری ہے کہ ہم میں کا ہر فرد استطاعت بھر ان ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے اور ہر صاحب حیثیت اپنے جائز مال سے ان کی مالی امداد کرے اور ان کی کفالت و پرورش سے لیکر ان کی تعلیم اور خورد ونوش کا اعلیٰ انتظام کرے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں اپنے رب سے ڈرے اور اپنے کردار سے دنیا کو ذہن نشیں کرائے کہ اسلام بھوکوں کو کھانا کھلانے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے، بے سہاروں کو سہارا دینے اور یتیموں کو گلے لگانے اور ان کے سر پر ہاتھ رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔

بہتر ہے کہ مت ڈالو ستاروں پہ کمندیں
انساں کی خبر لو کہ وہ دم توڑ رہا ہے

□□□

" آسمان پر جانے والی سب سے بڑی چیز اخلاص ہے اور زمین پر اُترنے والی سب سے بڑی چیز توفیق الٰہی ہے "
جس بندے کے اندر جتنا اخلاص ہوتا ہے، اسی کے بقدر اسے توفیق الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

روایت "سِینُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِینٌ" کا تحقیقی جائزہ

از: محمد گلزار احمد خان رضوی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن اور عزیز صحابی تھے۔

جب حضرت عبد اللہ بن زید نے خواب میں الفاظ اذان سنے تو بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوکر تمام احوال بیان فرمائے، حضور علیہ السلام نے انہیں حکم دیا:

ان یعلمہ بلالا وقال انہ اندی منک صوتا- وفی روایۃ- ان ھٰذہ لرؤیا حق فقم مع بلال فانہ اندی منک صوتا وامد صوتا منک فالق علیہ ما قیل لک ولینادبذلک-

علامہ جزری اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: **احسن منک صوتا اعذب وارفع**

آمدم برسر مطلب! عوام میں مشہور ہے کہ حضرت بلال کی زبان میں لکنت تھی جس کی وجہ سے وہ (شین) ادا نہیں کرپاتے اور اذان میں (اشھد) کو (اسھد) پڑھا کرتے تھے، اس بات کی حقیقت کیا ہے؟ اور علماء ومحدثین نے اس کے تعلق سے کیا کہا ہے؟ زیر بحث مضمون میں ہم اس مسئلہ پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے تاکہ تمام گوشے عیاں ہوجائیں۔

سب سے پہلے اس قصہ کو علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی نے اپنی کتاب "المغنی" میں اذان میں کراہت لحن پر گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا، فرماتے ہیں:

فاما ان کان المؤذن الثغ لثغۃ لا یتفاحش جاز اذانہ فقد روی ان بلالا کان یقول اسھد یجعل الشین سینا- (ج ١ ص ٤٤٥) علامہ ابن قدامہ پر اس بے سند واقعہ کی وجہ سے فقہائے کرام نے تنقید کی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے (اسھد) پڑھنے کے تعلق سے دو روایتیں عوام میں مشہور ہیں:

(١) سین بلال عند اللہ شین

(٢) ان بلالا کان یبدل الشین سینا فی الاذان

ان روایات میں دو باتیں قابل غور ہیں: (١) اذان شعائر اسلام میں سے ہے جس کے لئے سرکار علیہ السلام نے آواز بلند، خوبصورت اور دلکش ہونے کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔ (٢) سرکار علیہ السلام کے زمانے سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال تک اور اس کے بعد بھی کسی صحابی یا تابعی نے یہ بیان نہیں کیا کہ آپ کی زبان میں لکنت تھی۔

اگر آپ کی زبان میں لکنت ہوتی تو بے شمار روایات کتب حدیث میں ملتیں کہ یہ بات ناقابل سکوت ہے۔ اگر لکنت ہوتی تو سرکار علیہ السلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے مقرر ہی نہ فرماتے اور نہ ہی اس سے راضی ہوتے کہ شعار اسلام ناقص انداز میں بلند کیا جائے جبکہ کفار مکہ یہود ونصاریٰ منافقین اور گمراہ لوگ اسلام کے اصول میں خامیاں تلاش کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے۔ اگر زبان میں لکنت ہوتی تو مخالفین اس کی تشہیر میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے۔

دوسری بات یہ دونوں روایات بے اصل ومن گھڑت ہیں جن کا کتب حدیث وتواریخ میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

(١)

علامہ بدرالدین زرکشی نے اپنی کتاب التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ میں شیخ جمال الدین مزی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اشتھر علی السنۃ العوام ان بلالا رضی اللہ عنہ کان یبدل الشین فی الاذان سینا ولم نرہ فی شیء من

الکتب کذا وجدته عنه بخط الشیخ برهان الدین السفاقسی (ج۱ص۲۰۷-و-۲۰۸)

(۲)

الجد الحثیث فی بیان مالیس بحدیث میں ہے:

"ان بلالا کان یبدل الشین فی الاذان سینا" - قال المزی لم اره، و"سین بلال عند الله شین" - قال ابن کثیر لا اصل له وان قال موفق ابن قدامه روی ان بلالا یقول اسهد فیجعل الشین سینا فقد ردوه-

(ص۲۳)

(۳)

عجالۃ الاملاء میں ہے:

واشهد بالله ان سیدی بلالا ماقال اسهد بالسین المهملة قط کما وقع لموفق الدین ابن قدامة فی "مغنیه" وقلده ابن اخیه الشیخ ابو عمر شمس الدین فی شرح کتابه "المقنع" ورد علیه الحفاظ کمابسطته فی "ذکر مؤذنیه"

(ج۲،ص۶۳۱)

(۴)

کشف الخفاء میں ہے:

بل کان بلال من افصح الناس وانداهم صوتا

(ج۱ص۵۶۴)

(۵)

المقاصد الحسنۃ للسخاوی میں ہے:

قال ابن کثیر انه لیس له اصل ولا یصح کذا سلف عن المزی

پھر چند سطور کے بعد ہے:

وقد ترجمه غیر واحد بانه کان ندی الصوت حسنه فصیحه وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعبد الله ابن زید (رضی اللہ عنہ) صاحب الرؤیا الق علیه- ای علیٰ بلال الاذان- فانه اندیٰ صوتا منک ولو کانت فیه لثغة لتوفرت الدواعی علی نقلها ولعابها اهل النفاق والضلال المجتهدین فی التنقص لاهل الاسلام

(ص۳۹۷)

(۶)

الغماز علی اللماز میں ہے:

سین بلال عند الله شین - قال ابن کثیر لا اصل له

(مخطوطہ،ص۲۰)

(۷)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ میں رقمطراز ہیں:

قال المزی ما اشتهر علی السنة العوام من ان بلالا کان یبدل الشین سینا فی الاذان لم یرد فی شیء من الکتب (ص۲۲۴)

(۸)

تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث میں ہے:

سین بلال عند الله شین - قال ابن کثیر لا اصل له ولا یصح (ص۹۲)

(۹)

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر میں ہے:

کان من افصح الناس لا کما یعتقد بعض الناس ان سینه کانت شینا حتی ان بعض الناس یروی حدیثا فی ذلک لا اصل له عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال ان سین بلال عند الله شین۔ (ج۵،ص۳۳۳)

(۱۰)

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب

موضوعات کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن کثیر لیس له اصل (ص ۲۲۵)

اوراسی میں ہے:

ولم نره فی شیء من الکتب (ص ۱۴۱)

(۱۱)

الفوائد الموضوعۃ میں ہے:

ما اشتهر علی الالسنة من ان بلالا رضی الله عنه کان یبدل الشین سینا فی الاذان لم یرد فی شیء من الکتب (ص ۸۹)

(۱۲)

اسنی المطالب میں ہے:

ان بلالا یبدل الشین سینا قال المزی لم نره فی شیء من الکتب ای فهو موضوع کذب (ص ۸۶)

(۱۳)

النخبۃ البھیۃ میں ہے:

ان بلالا یبدل الشین سینا فی الاذان لم یرد فیه شیء فی کتب السنة بل من کلام العامة (ص ۳۸)

(۱۴)

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع ومن گھڑت اور بالکلیہ جھوٹ ہے۔ (ج ۲،ص ۳۸)

اوراسی میں ہے:

مقررین نے ان کی زبان میں تتلا پن بتایا ہے، یہ بھی غلط ہے، ان کی آواز انتہائی شیریں، بلند اور دلکش تھی۔

(ص ۴۱)

(۱۵)

مرشد برحق سیدی حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے فتاویٰ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ بے اصل ہے، صرح بہ السیوطی فی الدر المنشور۔

(ج ۴،ص ۱۶)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق دونوں روایات بے اصل ہیں۔ مؤرخین اور محدثین نے لکھا ہے کہ آپ دلکش آواز کے مالک تھے، زبان میں کوئی لکنت نہ تھی بلکہ فصیح اللسان تھے۔ جو روایات عوام میں مشہور ہیں، موضوع ومن گھڑت ہیں۔

□□□

بعد وفات والدین کے حقوق

(۱)

ہر جمعہ ان کی زیارت قبر کے لئے جانا۔

(۲)

وہاں سورہ یٰسٓ شریف ایسی آواز سے پڑھنا کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو ایصال کرنا

(۳)

راہ میں جب کبھی اُن کی قبر آئے تو بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(فتاویٰ رضویہ)

روشن خیالی کی آڑ میں بڑھتا فکری ارتداد | (پہلی قسط)

از: افضل مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

اسلام بفضلہٖ تعالیٰ اپنے آپ میں ایک ایسی روشنی ہے جس کو تسلیم کر لینے کے بعد انسان کے خیالات ونظریات خوب خوب روشن ہو جاتے ہیں، اب اس کے ماسوا کسی روشن خیالی کی تلاش عبث ہے۔ یہ دعویٰ محتاجِ دلیل تو نہیں لیکن بلا دلیل بھی نہیں!

رب العزت فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔

(ترجمہ): اللہ مسلمانوں کا والی ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

آیت کا نصف آخر آگے پیش کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا نصف آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو بھی اسلام کو اپناتا ہے اللہ اسے اپنا قرب عطا فرما کر اس کا دوست ہو جاتا ہے، اسے جملہ تاریکیوں سے نجات عطا فرما کر روشنی میں داخل کر دیتا ہے پھر وہ کفر سے ایمان کی طرف آنے کی سعادت تو پاتا ہی ہے، ساتھ ہی جملہ برائیوں سے ناجی ہو کر اچھائی کا طلبگار ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک نکتہ سمجھنے کا ہے، سو اُسے بھی ذکر کرتا چلوں:

اللہ تعالیٰ کا ہر فرمان اور ان فرامین سے مستنبط ہر ایک حکم قیامت تک کے لئے ہو بہو نافذ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یُخْرِجُهُمْ" یعنی ایمان والوں کو (اندھیروں سے نور کی طرف) نکالتا ہے۔ اب بات یہ ہے کہ جو لوگ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ایمان لائے ان کا تو اندھیروں سے نور کی طرف آنا سمجھ میں آتا کہ وہ زمانہ جاہلیت کی تاریکیوں میں گم تھے اور بعدِ ایمان انہیں نور ملا جس نے انہیں جینے کا سلیقہ سکھا دیا لیکن فی زمانا جو لوگ ایمان لا رہے ہیں یا قیامت تک لاتے رہیں گے ان کے لئے کس تاریکی سے نجات دینے اور کس نور سے منور کیے جانے کا وعدہ ہے؟ ماننا پڑے گا کہ قیامت تک اسلام کے سوا ہر راستے میں اندھیرا ہے اور وہ اندھیرے کی طرف ہی جاتا ہے، اسلام ہی جینے کے وہ اصول وقوانین عطا کرتا ہے جو ہر خرابی سے پاک اور ستھرائی کے حامل ہیں۔ صبح قیامت تک جو بھی اسلام کی آغوش میں آئے گا اس تک ایسا نور پہنچے گا جو اس کے قلب وذہن کو منور کر دے گا پھر اسے اسلام کے علاوہ کسی اور "روشن خیالی" کی طلب نہ ہوگی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس روشنی کا ظہور ہی تب ہوا جب تاریکیوں میں انسانیت کا دم گھٹ رہا تھا، وحدت کے کچھ دیے روشن ضرور تھے لیکن کسی ایسے کے طلبگار تھے جو حامیٔ وحدت اور ماحیٔ کفر وضلالت ہو، جس کی ذات خطۂ ارض سے کفر کی تاریکیاں دور کر انسانیت کو ایمان وہدایت کی روشنی سے بہرہ ور کرے۔ بالآخر مذہب اسلام نے ہی تاریکی و طوالت سے بھرپور رات کے بعد صبحِ نو کا کردار نبھایا، اس کی ضیا نے ہی ہر تاریکی کو دفع کیا اور لوگوں کے افکار ونظریات کو روشن کیا جس کے بعد بنی آدم نے جنگ وامن، ظلم وعدل، تاریکی وروشنی، جہالت وعلم اور شرک وتوحید غرضیکہ ہر برائی اور اچھائی کے درمیان فرق کو سمجھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں نا۔۔۔

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں
جب بولنے لگے تو ہمی پر برس پڑے

اسلام نے ہی نظامِ حیات دیا، زندگی کی قدر واہمیت سے آگاہی بخشی، جینے کا سلیقہ عطا کیا، اچھے برے کی تمیز دی اور آج اسلام ہی کے اصولوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جانے

لگا۔ شکایت غیروں سے کیا کرنا؟ انہوں نے تو اسلام کو سمجھا ہی نہیں، شکوہ تو اُن نام نہاد اپنوں سے ہے جو اسلام کے پیروکار ہونے کا زبانی دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اعتقادی اور عملی طور پر زمانہ جاہلیت کے دلدادہ ہیں۔

کوئی عورتوں کے حقوق کو لے کر اسلام پر یلغار کرتا ہے تو کوئی بچوں کی تربیت کو لے کر طنز کستا ہے، کوئی مذہب کی سخت طبعی سے نالاں ہے تو کوئی اس کی سہل خوئی سے پریشاں ہے، کچھ تو نص قطعی سے ثابت شدہ مسائل میں ہی تبدیلی چاہتے ہیں، وہیں کچھ لوگ شریعت کو مولویوں کی دوکان بتا کر علم و علماء کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دراصل انہیں سب چیزوں سے فکری ارتداد کو راہ ملتی ہے اور حضرت انسان اسلام کو تراش کر بہتر کرنے کی بے جا کوشش میں ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی جائے، اگر معاذ اللہ ہٹ دھرمی پر قائم رہیں تو ان کی مخالفت کی جائے، ادنیٰ درجے کی مخالفت دل میں بُرا جاننا ہے، جبکہ زبان و قلم سے مخالفت بھی طرقِ مخالفت میں سے ایک محمود طریقہ ہے اور علماء کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری بھی۔

پیش نظر مقالہ میں راقم نے چاہا کہ اسلام کی آمد سے قبل اور بعد کے حالات کا موازنہ کر کے پہلے اصل روشن خیالی کو دریافت کیا جائے پھر دیکھا جائے اسلام کے تابعین و ناقدین میں کون کس قدر روشن خیال ہے ولہٰذا اسے پانچ ابواب میں رکھا گیا:

(۱) آمدِ اسلام سے قبل کی تاریکیاں

(۲) اسلام کی آمد کے بعد کے مناظر

(۳) قبل اور بعد کے حالات کا موازنہ

(۴) موجودہ "روشن خیالی" کے مختلف زاویے

(۵) فکری ارتداد و دیگر منفی پہلوؤں کا سدِ راہ

آئیں اب مزید کسی تمہید کے بغیر پہلے باب کی طرف چلیں:

پہلا باب

آمدِ اسلام سے قبل کی تاریکیاں

یوں تو تاریخ شاہد ہے کہ سرزمین عرب پر آباد انسانوں کو دیگر اہل زمین سے ممتاز رکھا گیا، ایفائے عہد، مہمان نوازی، بہادری اور سخاوت جیسی اعلیٰ ترین صفات ان کی قومی خصوصیات میں شامل تھیں۔ مگر ان خصوصیات کے باوجود ان میں متعدد خرابیاں رواج پا چکی تھیں۔ شرک اور بت پرستی کے علاوہ شراب نوشی، زنا کاری، فحاشی، عریانی، قمار بازی، دختر کشی اور معمولی رنجش پر خون ریزی جیسی بُرائیاں عام ہو چکی تھیں۔ ان سب بُرائیوں کے اجمالی بیان کو حصولِ مقصود کے لئے ناکافی جانتے ہوئے اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا ہے:

- ☐ کفر و ضلالت کی تاریکی
- ☐ جہالت کی تاریکی
- ☐ ظلم و جبر کی تاریکی

کفر و ضلالت کی تاریکی:

ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس برس کی عمر شریف میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اس طرح اسلام کی آمد آمد ہوئی لیکن اس سے پہلے بھی اس خاکدان پر اللہ نے اپنے نبیوں کو مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ شریعتیں بھیجیں مگر اُن میں بہتوں کی شریعتیں تحریف و تبدیل کی نذر ہو چکی تھیں اور اُن کے نام نہاد پیروکاروں نے اپنی مرضی کے اصول وضع کر لیے تھے جس کی آڑ میں بُت پرستی کی راہ بھی ہموار ہوتی گئی جبکہ اصل مذہب ابتدا سے ہی وحدانیت کا رہا ہے۔ اسی لئے بتوں کی پرستش کے دور میں بھی موحدین کی جماعت موجود تھی اور یہ لوگ بت پرستی سے بیزار تھے۔

زید جو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے، بت

پرستی اور جہالت بھری رسموں سے سخت بیزار تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے زید کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنی پیٹھ کعبہ سے لگائے ہوئے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے: اے اہل قریش! میرے سوا تم میں سے کوئی شخص ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر نہیں۔

بت پرستی کی ابتدا کے تعلق سے صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "جو بت قوم نوح میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے، جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے بت نصب کر دیں اور ان بتوں کے نام اپنے ان بزرگوں کے نام پر رکھ دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کی عبادت نہیں کی تھی، یہاں تک کہ جب وہ لوگ بھی مر گئے اور اس کا علم جاتا رہا تو اس کی عبادت کی جانے لگی۔"

عرب میں بت پرستی کی ابتدا عمرو بن لحی سے ہوئی جس کا ایک نام ربیعہ بن حارثہ بھی تھا۔ قبیلہ خزاعہ جو کہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے، اسی کی نسل سے ہے۔ ان دنوں جرہم کعبہ کے متولی ہوا کرتے تھے جن کو عمرو نے مکہ سے نکال دیا اور خود کعبہ کا متولی بن گیا۔ جب اس نے شام کا سفر کیا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ عمرو نے ان سے بتوں کو پوجنے کی وجہ پوچھی تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہ جنگ میں ہمیں فتح دلاتے ہیں اور قحط میں بارش برساتے ہیں۔ پس عمرو نے ان سے چند بت لیے اور انہیں کعبہ کے پاس لا کر قائم کر دیا۔ یہیں سے عرب میں بت پرستی کا آغاز ہوا اور اس طرح کعبہ جو کہ عرب کا دینی مرکز تھا، بتوں کا گہوارہ بنتا چلا گیا۔

بعدہ حالت یہ تھی کہ ہر قبیلہ کا اپنا ایک الگ بت ہوا کرتا تھا، بلکہ گھر گھر میں بت پرستی کا رواج عام ہو گیا۔ حالانکہ وہ بتوں کی پوجا کو خدا کی قربت کا ایک ذریعہ بتاتے تھے لیکن عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے کے سبب شرک کے مرتکب ہوتے۔ ان کی پوجا کا انداز بھی نرالا تھا، سب سے قدیم بت "مناۃ" تھا جو سمندر کے کنارے نصب تھا، اوس اور خزرج کے لوگ اسی پر قربانی چڑھاتے اور جب کعبہ کا حج کر کے لوٹتے تو احرام یہیں اتارتے۔ غذاؤں، کھیتی اور جانوروں کی پیداوار کے ایک حصے کو بتوں کی نذر کیا جاتا تھا۔ صفا اور مروہ پر دو بت رکھے گئے تھے اور سمجھا جاتا تھا کہ ان دو پہاڑیوں کا طواف انہی کی تعظیم کے لئے ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی کے درمیان ان بتوں پر تعظیماً ہاتھ پھیرا جاتا تھا۔

(جاری۔۔۔)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اذا دخل احد کم المسجد فلیر کع رکعتین قبل ان یجلس

(ترجمہ):

جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے۔

(صحیح البخاری)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دعوت و تبلیغ

از: محمد ندیم قادری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پورے عالم اسلام میں بڑے عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ سارے مسالک ومشارب کے ماننے والے آپ کی یادوں کے چراغ سے اپنی حیات کے تاریک گوشوں کو روشن کیا کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں آپ کی عظمت وشان کے ترانے گائے جاتے ہیں اور آپ کے فضل وکمال کے بحر بیکراں کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، دوسرے اولیائے کرام کی عظمتوں کی جہاں حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آپ کی بے پناہ عظمتوں کی ابتدا ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ارشاد فرماتے ہیں:

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

اور اس کی تائید خود حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے فرمان عالی شان سے ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں: ''**الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ والملائكة لهم مشائخ وانا شيخ الكل لا تقيسوني باحد ولا تقيسوا علىّ احدا**'' یعنی انسانوں کے لئے مشائخ ہیں اور جنوں کے لئے مشائخ ہیں اور فرشتوں کے لئے مشائخ ہیں اور میں شیخ کل ہوں نہ کسی کے ساتھ مجھے قیاس کرو نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے کتب تواریخ میں کئی روایتیں ملتی ہیں لیکن دو روایتوں پر اکثر علماء ومؤرخین متفق ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو اس عالم رنگ وبو میں تشریف لائے اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو اپنے قدم مبارک سے اس خاکدان گیتی کو زینت بخشی، لیکن زیادہ تر مؤرخین پہلی روایت کی طرف گئے ہیں، کسی صاحب دل نے آپ کے سن ولادت اور سن وصال پر مادۂ تاریخ نکالا ہے ''**جاء في عيش وتوفي في كمال**'' ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور اکانوے سال کی عمر میں وفات پائی، اس طرح آپ کا وصال حسرت ۵۶۱ھ میں ہوا۔

آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار کی عمر مبارک ساٹھ سال ہو چکی تھی، والد ماجد حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ کا وصال آپ کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا اس لئے آپ کی پرورش آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی قدس سرہ نے فرمائی، آپ والد ماجد کی جانب سے حسنی ہیں اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسینی ہیں یعنی حسنی حسینی سید ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فرماتے ہیں:

نبوی مینہ، علوی فصل، بتولی گلشن
حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا

آپ نے ۲۵ رسال تک عراق کے ویرانوں میں مجاہدے کئے، چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، قیام شب میں پورا قرآن حکیم ختم فرماتے، ۵۱۱ھ رمیں آپ کو ''محیی الدین'' کا خطاب بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا، حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دبّاس اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہما کی خدمت میں رہ کر دینی علوم بھی سیکھے اور علوم معرفت بھی، حضرت قاضی ابوسعید مخزومی قدس سرہ سے آپ باضابطہ بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت زیب تن فرمایا، مجاہدات

کی جانگداز منزلیں طے کرنے کے بعد درس وافادہ کی بساط بچھائی اور اپنے شیخ قاضی ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہ کے مدرسہ باب الازج میں درس دینا شروع فرمایا، جو آپ کی نسبت مبارکہ سے ''مدرسہ قادریہ'' کے نام سے مشہور ہوا، آپ دن میں تفسیر، علوم حدیث، فقہ، اختلاف مذاہب، اصول اور نحو کا درس دیتے، ظہر کے بعد قرآن حکیم و تجوید و قراءت روایات سبعہ کے ساتھ پڑھاتے۔[زبدۃ الآثار]

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ظہر کے وقت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا: میرے فرزند! تم وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا میرے بزرگوار والد ماجد! میں ایک عجمی شخص ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح سے زبان کھولوں آپ نے فرمایا: اپنا منھ کھولو، میں نے منھ کھولا آپ ﷺ نے سات مرتبہ میرے منھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر فرمایا: جاؤ، تم وعظ ونصیحت کرو اور حکمت عملی سے لوگوں کو نیک بات کی طرف بلاؤ پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھا تو خلقت میرے پاس جمع ہوگئی اور میں کچھ مرعوب سا ہوگیا اس کے بعد میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا آپ نے فرمایا اپنا منھ کھولو میں نے منھ کھولا آپ نے چھ دفعہ اپنا لعاب دہن میرے منھ میں ڈالا، میں نے عرض کیا کہ آپ نے پورے سات دفعہ کیوں نہیں ڈالا؟ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا ادب کرتا ہوں پھر آپ مجھ سے پوشیدہ ہو گئے پھر میں نے دیکھا کہ میری زبان میں قوت گویائی پیدا ہوگئی اور میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے لگا۔[غوث جیلانی ص ۶۱]

ابتداء جھجک رہی کیونکہ آپ عجمی تھے اور بغداد فصحائے عرب کا گہوارہ لیکن سرکار رسالت مآب ﷺ اور سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لعاب ہائے دہن کی ایسی برکتیں نمایاں ہوئیں کہ سارا بغداد آپ کی فصاحت و بلاغت، طلاقت لسانی اور بے مثل تاثیرات کا اسیر بن گیا۔ آپ تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس دیتے وقت وہ گراں قدر علمی نکات ارشاد فرماتے کہ اساتذۂ فن بھی دنگ رہ جاتے، آپ کے درس کا غلغلہ بلند ہوا اور مدرسہ باب الازج کی عمارت تنگ پڑنے لگی تو صاحبان ثروت و دولت اور فقراء کے تعاون سے مدرسہ کی توسیع اور مدرسہ قادریہ کی نئی عمارت ۵۲۸ھ/ ۱۱۳۴ء میں تعمیر ہوئی۔ اور وقتاً فوقتاً آپ کے درس کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا جب آپ مجلس میں وعظ فرماتے تو مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہن مبارک سے نکلتا چلا جاتا، تاثیر ایسی ہوتی کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتے، کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ سرچشمہ اسلام سے قریب آکر شفاف ہو جاتے، سیاہ کار تائب ہوتے اور تقویٰ شعاروں کو ثبات ملتا۔ آپ کے مواعظ حسنہ کو چار چار سو افراد قلم بند کرتے، اس زمانے میں سامعین کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ ہوتی، لوگ دور دراز علاقوں سے پیدل، گھوڑے اور اونٹوں پر سوار ہو کر آپ کے وعظ کو سننے آتے، جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور آپ کی ہیبت کا لوگوں پر یہ عالم ہوتا کہ مجمع میں سناٹا چھا جاتا، پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا، کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لے لیتا اور کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتا۔[اخبار الاخیار]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں: ''میرے ہاتھوں پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاری

تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے، رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنہوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔'' آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف باسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بدعقیدہ لوگ تائب ہوتے تھے۔

زبدۃ الاسرار میں ہے: آپ کی کرامت یہ تھی کہ آپ کی مجلس وعظ میں موجود دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کا بیان سنتے تھے اور آپ کی مجلس وعظ میں اجنّہ، رجال الغیب، اولیا اور حضرات انبیا کی ارواح طیبات کثرت سے تشریف لاتی تھیں۔

اسی لئے تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے فرمایا:

ولی کیا، مرسل آئیں، خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

شیخ حافظ ابو العباس بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں اور علامہ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قاری ایک آیت کی تلاوت کر رہا تھا اور حضرت شیخ اس کی تفسیر بیان فرما رہے تھے چنانچہ جب میں نے علامہ ابن جوزی سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس توجیہ کا علم ہے؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا پھر حضرت شیخ نے دوسری توجیہ بیان فرمائی، میں نے پھر علامہ ابن جوزی سے سوال کیا تو انہوں نے پھر اثبات میں جواب دیا اس طرح حضرت شیخ نے دس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہ پر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس کا تو مجھے بھی علم ہے لیکن جب اس کے بعد حضرت شیخ نے مزید توجیہات بیان فرمائیں تو علامہ ابن جوزی نے کہا کہ ان کا مجھے علم نہیں ہے حتی کہ حضرت شیخ نے چالیس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہہ کے ساتھ اس کے راوی کا نام بھی بیان کرتے گئے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا لیکن ابن جوزی مسلسل یہی کہتے رہے کہ ان توجیہات کا مجھے علم نہیں تھا اور انہوں نے حضرت شیخ کی وسعت علم پر بے حد تعجب کا اظہار کیا، پھر تمام توجیہات بیان کرنے کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ اب ہم قال سے حال کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہ کہہ کر جب آپ نے فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو لوگوں میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن جوزی نے تو اپنے کپڑے پھاڑ لئے۔ [قلائد الجواہر ص ۱۳۸]

یہ ہے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان علم، کہ علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر امام جنہیں بیک وقت کئی علوم پر عبور حاصل تھا اور جن کی وسعت علم و جلالت شان کا جھنڈا فضل و کمال کی چوٹیوں پر لہرا رہا تھا وہ بھی جب آپ کی بارگاہ میں حضوری کا شرف حاصل کرتے ہیں تو کائنات علم میں آپ کی شہنشاہی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس اعتراف حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ: ع

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

خبر دی ہم کو ابو الحسن علی بن عبد اللہ ابہری نے کہا خبر دی ہم کو شیخ ابو زکریا یحییٰ بن ابی نصر بن عمر بغدادی صحراوی نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے میں نے جنوں کو ایک دفعہ عزمیت (عمل) کے ساتھ بلایا۔ تو انہوں نے عادت سے زیادہ دیر لگائی۔ پھر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جب شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ کرتے ہیں تو اس وقت ہم کو نہ بلایا کرو۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ ہم ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم بھی جاتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہاں انسانوں سے زیادہ وہاں ہمارا ہجوم ہوتا ہے۔ ہم میں بہت سے گروہ ہیں کہ اسلام لائے ہیں اور ان کے ہاتھ پر انہوں نے توبہ کی۔ [بہجۃ الاسرار ص ۲۶۸]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبان و قلم،

کردار وعمل، جان و مال ہر اعتبار سے دین مصطفوی کی اشاعت کی اور اس کی تقویت کا سامان فرمایا ہے۔ آپ نے فقہ وتصوف اور ادب سے متعلق کثیر تعداد میں کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں، یہ مختصر صفحات ان کی تفصیل کے متحمل نہیں۔ اس بات پر سبھی اہل علم اور صاحبان کشف وولایت کا اتفاق ہے کہ غوثیت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد پوری دنیا میں علم وفضل میں آپ کا ثانی نہ تھا، آپ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز تھے اور چھٹی صدی کے مجدد اعظم تھے البتہ مذہب حنبلی کی تقویت کے لئے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصول مذہب کے مطابق اجتہاد فرماتے اور فتوی دیتے ورنہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں مذاہب کے اصول وفروع پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فتاوی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں ''حضور (غوث پاک) ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعہ الکبریٰ تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا، مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محیی الدین ہیں اور دین متین کے یہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) ستون ہیں، لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا اس کی تقویت فرمائی۔'' [فتاوی رضویہ جلد ۲۶ ص ۹۷]

خلاصہ یہ کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیک نفسی، پاکیزہ خیالی اور عفت مآبی کا خطبہ ایام ولادت سے لے آج تک دنیا کے گوشے گوشے میں پڑھا جارہا ہے اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا، آج بھی آپ کے فیضان کرم سے دلوں کی تطہیر ہورہی ہے، ذہنوں کی تعمیر ہورہی ہے، ویرانے آبادیوں میں تبدیل ہو رہے ہیں اور سینے فانوس محبت سے روشن ہورہے ہیں، جس دل میں آپ جلوہ گر ہیں اور آپ کی پاکیزہ چاہت کا چراغ جل رہا ہے وہاں سطوت شاہی بھی خمیدہ سر ہے، آپ کے دیوانے اپنی ٹھوکروں میں تاج شاہی رکھا کرتے اور اشاروں میں نظام میکدہ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جو آپ سے اور آپ کی عقیدت رکھنے والوں سے کجی رکھتا ہے ہر بزم میں رسوائیاں اس کے حصہ میں آتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ عظمتوں کا اعتراف واظہار اس انداز میں فرماتے ہیں:

حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
مزرع چشت و بخارا وعراق واجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور قیامت تک آنے والی ہماری نسلوں کو آپ کے نیازمندوں میں شامل فرمائے اور آپ کے جلائے ہوئے چراغ عشق وعرفان کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور عالم اسلام پر آنے والی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے جملہ مسلمانان عالم کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

□□□

یا غوث اعظم

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

(اعلیٰ حضرت)

غیبت کی تباہ کاریاں

از: شکیل احمد رامپوری، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

دین اسلام اللہ کے نزدیک واحد مقبول دین اور تمام بنی آدم کے لئے بہترین نظام حیات ہے۔ یہ مذہب مہذب انسان تو انسان جانوروں کے حقوق کی پاسداری کی بھی تلقین کرتا ہے۔ اس نظام حیات میں انسان کو خسارے سے بچانے اور اس کی صلاح وفلاح کے لئے بہت سے امور کی بجا آوری کا حکم اور بہت سے کاموں کی ممانعت ہے، بجا آوری کا حکم رکھنے والے امور کا ترک اور ممنوع کاموں کے ارتکاب کو گناہ کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر گناہ دو قسموں میں تقسیم ہوتے ہیں:

(۱) گناہ صغیرہ

(۲) گناہ کبیرہ

پھر گناہ کبیرہ کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ گناہ جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ گناہ صغیرہ، نماز، روزہ، حج وغیرہ احکام کی ادائیگی سے معاف ہو جاتے ہیں اور یہ عبادات ان کے لئے کفارہ بن جاتی ہیں اگرچہ ان گناہوں سے بھی توبہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنه نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلا کریما

(ترجمہ): اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

کبیرہ گناہ اگر حقوق اللہ سے تعلق رکھتا ہو تو یہ توبہ کرنے سے معاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو اس کے لئے اس حق کی ادائیگی یا صاحب حق سے معاف کروانا ضروری ہے۔ یوں تو کبائر کی تعداد بہت ہے لیکن یہاں ہمیں غیبت اور اس کی تباہ کاریوں کے سلسلے میں جاننا ہے۔ سب سے پہلے غیبت، جس بلا میں اکثر لوگ مبتلا ہیں، اس کا صحیح مفہوم جانا جائے۔

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں غیبت کا معنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ و رسول (جل وعلا و ﷺ) خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا اس چیز کے ساتھ ذکر کرے جو اُسے بُری لگے۔ کسی نے عرض کی: اگر میرے بھائی میں وہ موجود ہو پھر میں کہتا ہوں جب تو غیبت نہیں ہوگی؟ فرمایا: جو کچھ تم کہتے ہو اگر اس میں موجود ہے جب ہی تو غیبت ہے اور اگر اس میں نہیں ہے تو یہ بہتان ہے۔

خداوند قدوس نے قرآن مجید میں غیبت کی مذمت کرتے ہوئے غیبت کرنے والوں کو "مردار کا گوشت کھانے والے" کہا ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرھتموہ

(ترجمہ): ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟

آیت کریمہ سے غیبت کرنے والے کی مذمت اور اس کی شناعت وقباحت پورے طور پر واضح ہو رہی ہے اور یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ غیبت کرنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے ایک منجنیق لگائی، وہ اس منجنیق کے ذریعہ دائیں بائیں نیکیاں پھینک رہا ہے لہٰذا ایک مسلمان پر

ضروری ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی اس عیب جوئی سے بچے جسے وہ ناپسند کرتا ہے خواہ اس کے بدن کا کوئی عیب ہو، نسب کا عیب ہو یا اس کے قول و فعل کا عیب ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کے کپڑوں اور سواری میں بھی کوئی عیب نکالے گا تو یہ غیبت میں شمار کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ اس میں تین مصیبتیں ہیں۔ (۱) غیبت کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (۲) اس کی نیکیاں نامقبول ہوتی ہیں۔ (۳) اس پر گناہوں کی یورش ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔

چغلخور کا انجام:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغلخور ہوگا جو آپ کے پاس اور چہرہ لے کر جاتا ہے اور دوسرے کے پاس اور چہرہ لے کر جاتا ہے اور فرمایا جو دنیا میں چغلخوری کرتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ سے آگ کی دو زبانیں نظر آئیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "**لا یدخل الجنة قتات**" چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔ اس فرمان عالی شان میں چغلخور کے جنت میں داخلے سے محرومی کی وعید سنائی گئی۔ جناب عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کی بہن مدینہ کے نواح میں رہتی تھی، وہ بیمار ہوگئی تو یہ شخص اس کی تیمارداری میں لگا رہا لیکن وہ مرگئی تو اس شخص نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ آخر جب اسے دفن کر کے واپس آیا تو اسے یاد آیا کہ وہ رقم کی ایک تھیلی قبر میں بھول آیا ہے، اس نے اپنے ایک دوست سے مدد طلب کی، دونوں نے جا کر اس کی قبر کھود کر تھیلی نکال لی تو اس نے دوست سے کہا ذرا ہٹنا میں دیکھوں تو سہی میری بہن کس حال میں ہے؟ اس نے لحد میں جھانک کر دیکھا تو وہ آگ سے بھڑک رہی تھی وہ واپس چپ چاپ چلا آیا اور ماں سے پوچھا میری بہن میں کیا کوئی خراب عادت تھی؟ ماں نے کہا تیری بہن کی عادت تھی کہ وہ ہمسایوں کے دروازوں سے کان لگا کر اُن کی باتیں سنتی تھی اور چغلخوری کیا کرتی تھی۔ اس شخص کو معلوم ہوگیا کہ عذاب کا سبب کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ عذاب قبر سے محفوظ رہنے کے لئے غیبت و چغلخوری سے بچیں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اس تباہی میں مبتلا ہو جائیں۔

جناب ابو حفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں کسی انسان کی غیبت کرنے کو ماہ رمضان کے روزے نہ رکھنے سے بدتر سمجھتا ہوں، پھر فرمایا جس نے کسی عالم کی غیبت کی تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہے۔

فرمان نبوی ہے: معراج کی رات میرا گزر ایسی قوم پہ ہوا جو اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو چھیل رہے تھے اور مردار کھا رہے تھے، میں نے جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتے رہے یعنی غیبت کرتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رب ذوالجلال کی قسم! غیبت لقمہ کے پیٹ میں پہنچنے سے بھی جلد تر مومن کے دین میں رخنہ ڈال دیتی ہے۔ اس سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ غیبت کرنے والے کی بہت مذمت قرآن و حدیث میں آئی اور آج کے اس پُرفتن دور میں ہر عام و خاص اس میں مبتلا ہے الا ماشاء اللہ۔ غیبت کرنے والے اپنی نیکیاں دوسرے کے حوالے کر دیتے ہیں اور اُنہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارتفعت ریح جیفة منتنة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتدرون ما ھٰذہ الریح؟ ھٰذہ**

ریح الذین یغتابون المؤمنین۔

فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں تھے کہ ایک بدبودار مردار کی بو آئی۔ آقائے دو عالم ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون سی بو ہے؟ (فرمایا) یہ ان لوگوں کی بو ہے جو مومنین کی غیبت کرتے ہیں۔

چونکہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں غیبت کم کی جاتی تھی اس لئے اس کی بدبو آتی تھی مگر غیبت اب اتنی عام ہوگئی کہ مشام اس کی بدبو کے عادی ہوگئے ہیں کہ وہ اسے محسوس نہیں کرسکتے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص چمڑے رنگنے والوں کے گھر میں داخل ہو تو وہ اس کی بدبو کی وجہ سے ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکے گا مگر وہ لوگ وہیں کھاتے پیتے ہیں اور انہیں بو محسوس نہیں ہوتی کیونکہ ان کے مشام اس قسم کی بدبو کے عادی ہو چکے اور یہی حال اب اس غیبت کی بدبو کا ہے۔ العیاذ باللہ۔

فرمان الٰہی ہے:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ

ترجمہ: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ (کنز الایمان)

آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر اس کی وعید عام ہے۔

غیبت کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ دبر کی طرف پھیر دے گا اس لئے ہر غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور جس شخص کی غیبت کی ہے اس تک بات پہنچنے سے قبل ہی رجوع کرلے کیونکہ غیبت کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے جس کی غیبت کی گئی ہو، اگر توبہ کرلی جائے تو توبہ قبول ہوجاتی ہے مگر جب بات اس شخص تک پہنچ جائے تو جب تک وہ خود معاف نہ کرے توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔

لہٰذا غیبت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندہ ہوکر توبہ کرے تاکہ اللہ کے کرم سے بہرہ ور ہو پھر اس شخص سے معذرت کرلے جس کی اس نے غیبت کی تھی تاکہ غیبت جیسے عظیم گناہ کے عذاب سے بچا جاسکے۔

ایک اور جگہ مروی ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: الغیبۃ اشد من الزنا۔ یعنی غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا: الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔ زانی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے۔ پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے، قیامت کے دن اس کی امید مشکل ہے کیونکہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار اور بُرائیوں سے بیزار ہوگا، پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آئیں اور اپنی بُرائیاں اس کے سر جائیں یہ کیسے بُری معلوم ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو جملہ کبائر وصغائر خصوصاً غیبت سے بچنے کی توفیق خاص مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

□□□

عبادتیں مشکل نہیں ہیں لیکن گناہوں نے دلوں کو ویران کردیا ہے، اس لئے مشکل لگتی ہیں۔ لہٰذا استغفار کی کثرت کریں۔

الفرق الوجیز بین السنی العزیز والوھابی الرجیز-ایک تجزیاتی مطالعہ

از: شہزاد عالم، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مذہب اسلام میں اعمال وافعال پر عقائد ونظریات کو فوقیت واولیت حاصل ہے، اعمال کی صلاح وفلاح بلکہ صحت ودرستگی کے لئے اعتقاد کا صحیح ہونا ضروری ہے، فساد کی صورت میں کوئی عمل کارگر ثابت نہیں ہوسکتا۔ جس علم میں ایمان و عقیدہ سے متعلق امور پر بحث کی جاتی ہے اس کو علم العقائد والکلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اس علم کو مستقل فن کی حیثیت حاصل نہ تھی اور ضرورت بھی متقاضی نہ تھی چونکہ صحبت نبوی کی برکت نے دل و دماغ میں عقائد راسخ اور شکوک وشبہات زائل کردیے تھے۔ لیکن جوں ہی جنگ صفین کے بعد خارجیت ورافضیت کی تیز وتند آندھی چلی، کفر وارتداد کا بازار گرم ہونے لگا، دینی اصول کے نام پر فکر خویش کو بڑھاوا دیا جانے لگا تو علمائے اہل سنت نے اعتقادیات پر بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں، کچھ کتابوں میں محض بیانِ عقائد صحیحہ پر اقتصار کیا گیا ہے تاہم دیگر بعض ایسی ہیں جو عقائد صحیحہ متواترہ کے ذکر کے ساتھ دلائل سے مزین، مخالفین کے نظریات اور قائم کردہ اعتراضات کے مناسب ومضبوط جوابات سے شادکام ہیں۔ فرقہائے باطلہ کی تاریخ سے واقف کار حضرات پر آشکارا ہے کہ علمائے متکلمین اہل سنن نے اپنے اپنے دور میں پائے جانے والے باطل فرقوں کا رد بڑے شدومد کے ساتھ کیا ہے جس پر اُن کی نگارشات شاہد عدل ہیں۔

امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے دور میں بھی متعدد فرقے دین وسنیت کے نام پر افکار دینیہ کو کمزور کرنے میں لگے تھے اور یہ سب کچھ انگریزی حکومت کے ایما پر ہورہا تھا، ان میں ایک فرقہ وہابیہ بھی تھا (جو آج بھی خلفشار مچائے ہوئے ہے)، جس نے امکانِ کذب باری تعالی، علم غیب نبوی کی تقلیل وتضحیک، خیال نبوی کی مذمت، خاتمیت مصطفیٰ کا انکار، علم نبی پر علم شیطان کی برتری وغیرہ کا راگ الاپنا شروع کردیا تھا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس فتنہ پرور فرقہ (وہابیہ) کے باطل خیالات اسلام مخالف نظریات کی نقاب کشائی کرتے ہوئے زیر تجزیہ رسالہ **الفرق الوجیز بین السنی العزیز والوھابی الرجیز** تحریر فرمایا جس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ رسالہ سنی اور وہابی کے درمیان حد فاصل کا درجہ رکھتا ہے۔ دراصل یہ امام اہل سنت کی ایک مستقل تصنیف ہے، کسی سوال کے جواب میں آنے والا نتیجہ فکر نہیں۔ اس کی سن تصنیف ۱۳۱۸ھ ہے۔ یہ رسالہ امام احمد رضا اکیڈمی کی شائع کردہ فتاویٰ رضویہ کی ۱۸ویں جلد میں صفحہ ۲۱۵ سے ۲۲۱ تک مندرج ہے، جس میں ۳۹ عقائد دینیہ صحیحہ متواترہ بیان کیے گئے ہیں۔ عقیدہ اول سے عقیدہ ہشتم تک صفاتِ الٰہیہ ازلیہ ابدیہ ایجابیہ وسلبیہ کا بیان ہے جس کے لئے ایسی مناسب تعبیر وتشریح اور برمحل الفاظ واصطلاحات کا استعمال کیا ہے جو درجنوں کتابوں اور ہزاروں صفحات کے مطالعہ میں ژرف نگاہی اور عرق ریزی کو چاہتا ہے۔ اہل کلام پر یہ حقیقت عیاں ہے کہ الٰہیات کے باب میں لب کشائی سے قبل ہزار بار ذہن پر زور دینا پڑتا ہے، چونکہ اس مقام پر قدم لڑکھڑانے کا بڑی حد تک امکان رہتا ہے۔ باقی ۳۱ عقائد میں تعظیم نبوی، حضرات انبیا واولیا کے تصرفات واختیارات، حیات وممات، شفاعت ومغفرت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام جیسے بنیادی ایمانی افکار ونظریات کو طشت ازبام کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ان مسائل اعتقادیہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ

خاص طور پر ذکر کیا ہے جو امام اہل سنت کے دور میں امت مسلمہ کے انتشار وافتراق کا باعث بنے ہوئے تھے اور قوم کو شش و پنج کی ڈگر پر لاکھڑا کردیا تھا چنانچہ وہ مسائل اعتقادیہ الفرق الوجیز میں امام اہل سنت کی طرف سے حق و باطل کے مابین بیان کردہ فرق و امتیاز کے ساتھ نذر قارئین کیے جاتے ہیں:

(۱) امکان کذبِ باری تعالیٰ کا بطلان:

جملہ مسلمانانِ اہل سنت کا قدیم عقیدہ ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام صفات، صفاتِ کمال بروجہِ کمال ہیں، جس طرح باری تعالیٰ سے کسی صفتِ کمال کا سلب محال ہے یوں ہی صفتِ عیب و نقص کا امکان و ثبوت بھی محال ہے۔ امکانِ کذب کے بطلان پر اہل حق کا اجماع ہے جس میں اہل سنت کے ساتھ فرقِ باطلہ معتزلہ وغیرہ بھی شامل ہیں لیکن امام الوھابیہ مولوی **اسماعیل دہلوی** نے امت مسلمہ کے اجماعی قطعی نظریہ کے خلاف اپنے رسالہ **یکروزی** میں لکھ مارا:

"اگر کذب الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔"

امامِ اہل سنت نے اس توہین آمیز نظریے کے ردوابطال میں جہاں دیگر کتابیں تصنیف فرمائیں (جن میں سبحان السبوح اس باطل اعتقاد پر خاصی ضرب کاری ہے) وہیں اس رسالہ میں بھی عبارت کے مغلطات سے پردہ ہٹایا اور عقیدہ صحیحہ کے اثبات میں کچھ یوں گویا ہیں: اللہ عزوجل پر کذب اور ہر عیب محال بالذات ہے جو اس کا کذب ممکن جانے (وہ) گمراہ ہے۔ (الفرق الوجیز/ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۸، ص ۲۱۵)

(۲) نماز میں خیالِ نبوی کی آمد:

جن کے دلوں میں عشق نبی کا سمندر موجزن اور تعظیم نبوی کی شمع فروزاں ہے ان کے اذہان وقلوب خیال نبوی سے معطر اور مشک بار ہوا کرتے ہیں، یہی وہ پاکیزہ خیال بامنال ہے جس کی بدولت بندوں کی عبادات و ریاضات بارگاہ ایزدی میں قبولیت پاتی اور راہِ بہشت دِکھاتی ہیں لیکن خیالِ گاؤ وخر میں ڈوبے رہنے والوں کو یہ خیال بھلا معلوم نہ ہوا سوانہوں نے اس کو بدتر از خیالِ خر مانا (العیاذ باللہ) اور اسی کو اصلِ اسلام گردانا جو حماقت ونادانی سے زیادہ کچھ نہیں۔

امام عاشقاں نے اس فکری ارتداد اور ذہنی پاگل پن کا علاج کرتے ہوئے اپنی اسی کتاب مستطاب میں فرمایا: نماز بے خیال تعظیم واجلال حضور محبوب ذی الجلال ﷺ تمام نہیں ہوتی۔ التحیات میں عرض سلام وتشہد و درود اسی لئے واجب ومسنون ہوئے۔ جو کہے کہ نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانا اپنے گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بہتر ہے، اس خبیث نے کھلا کفر بکا اور اللہ کی ہزاروں لعنتوں کا مستحق ہوا۔ (الفرق الوجیز/ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۸، ص ۲۱۶)

(۳) خاتمیتِ مصطفےٰ ﷺ:

اہل اسلام کا سلفاً خلفاً یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ التحیۃ والثناء کو نبی آخر الزماں بنایا اور آپ پر ہی نبوت و رسالت کا دروازہ بند کردیا۔ ہر کلمہ گو پر جس طرح واحدِ قدیر کی احدیت وصمدیت کا اقرار لازم ہے، یوں ہی سرکار علیہ السلام کی خاتمیت کو ماننا بھی مدارِ ایمان ہے، ختم نبوت کا انکار اور اس میں تردد موجب کفر و ارتداد ہے۔ لیکن وہابی جماعت کے پیشوا مولوی **قاسم نانوتوی** نے اہل سنت کے اس پاک وصاف عقیدہ کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے "**تحذیر الناس**" میں نبی جدید کی بعثت کو روا لکھا اور خاتمیتِ نبوی میں فرق نہ پڑنے کا بھی قول کیا جس پر طفلِ مکتب کو بھی ہنسی آتی ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس عبارتِ بے صواب وجہِ

اضطراب کی خرابیوں کو بے نقاب اور عقیدہ حقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے موضوعِ سخن رسالہ میں رقم فرمایا: ختم نبوت نے بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت ملنے کا دروازہ بند کر دیا، اسے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے اور یہ نہ ہوگا مگر جب کہ کوئی دوسرا نبی ہونا ختم نبوت کا صریح منافی ومخالف ہو کہ منافی نہ ہو تو ختم نبوت سے اس کا ردو انکار کیوں کر صحیح ہوگا؟ تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بعثت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرا نبی ہونا ضرور ختم نبوت کا منافی سمجھے اور بر تقدیر وقوع منافی شی کا باقی رہنا اور اس میں فرق نہ ماننا محال۔ کوئی عاقل تو عاقل کوئی پکا مجنون بھی نہ کہے گا۔ (الفرق الوجیز/ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۸، ص ۲۱۸)

(۴) عقیدہ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ رب العظمۃ والعزۃ نے اپنے حبیب پاک علیہ افضل الصلاۃ والسلام کو جمیع اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش سب کچھ دِکھایا، علم ماکان ومایکون سے بہرہ ور فرمایا، یہ علم محض اجمالی نہیں، تفصیلی ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں گرنے والے پتے اور بوئے جانے والے دانے بلکہ ہر خشک وتر، بحر وبر اور صغیر وکبیر کو آپ جدا جدا جانتے ہیں، یہ آپ کا کل علم نہیں، ابھی تو احاطہ علم محمدی میں ہزاروں بحر ناپیدا کنار لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں اور ان کا عطا کرنے والا مالک ومولیٰ جانے والحمدللہ۔

مگر یہ روشن حقیقت اور بلند پایہ عظمت وھابی گروہ کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی اور سرخیل جماعت مولوی رشید احمد گنگوہی پر عیاں نہ ہوسکی۔ اول الذکر نے العیاذ باللہ علم غیب نبوی کو قلت میں مجنون وصبی حیوانات وبہائم کے علم قلیل سے تشبیہ دی جبکہ مؤخر الذکر اور اس کے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے علم شیطان کو علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثیر اور منصوص مانا اور علم نبوی کو بے سند و بے دلیل گردانا جس کے سبب وہ کفر وارتداد کے قعر عمیق میں جا گرے۔

امام اہل سنت نے اپنے اسی رسالہ میں سادہ لوح مسلمانوں کو ان دونوں کفری عقیدوں سے روشناس کرایا اور عقیدہ امت کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ دونوں کے متعلق اقتباسات لف ونشر مرتب کے طور پر نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں:

اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بہت علوم غیب عطا فرمائے، علوم غیب میں انبیائے کرام ہی اصل ہیں، اوروں کو ان کے واسطے سے ملتے ہیں۔ جو کہے کہ "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص؟ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے" وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقیناً صریح گالی دیتا ہے اور حضور کی توہین کرتا ہے اور وہ قطعا کافر ومرتد ہے اور دنیا وآخرت میں اللہ واحد قھار کی لعنتوں کا مستحق ہے۔ (الفرق الوجیز/ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۸، ص ۲۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام جہان کے علم سے وسیع تر ہے۔ جو کہے کہ "شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم پر کون سی نص قطعی ہے؟" وہ کافر مرتد ہے۔ (الفرق الوجیز/ فتاویٰ رضویہ، ج ۱۸، ص ۲۱۷)

غرض یہ کہ رسالہ اپنی جامعیت وافادیت، حق وباطل کے مابین بیانِ فرق کے لحاظ سے اس لائق ہے کہ اس کو دینی مدارس کے نصابِ درس میں شامل کیا جائے اور جدید نسل کو اس کے مضامین ازبر کرائے جائیں۔ چونکہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس رسالہ میں جس فتنہ وہابیت کے رازہائے بستہ کو کھولا ہے وہ آج بھی عقائد اہل سنت کے خلاف زہر افشانی کرنے میں کوئی لمحہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ یہ رسالہ اس لئے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ دورِ حاضر میں پیشوایانِ

وہابیہ کی کفری عبارتوں کا کفر و ارتداد اٹھانے اور ان کو بے غبار ثابت کرنے کی مہم میں وہابی مولویوں کے ساتھ کچھ ضمیر فروش نام نہاد سنی مولوی بھی شامل ہو گئے ہیں جو بزعم خویش تعلیمات امام پر قدغن لگانے کی بات کرتے ہیں۔ وہ اگرچہ تعلیماتِ امام کو مٹانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے چونکہ تعلیماتِ رضویہ درحقیقت تعلیمات دینیہ ہیں لیکن نسلِ جدید کی فکر کو خراب کرنے اور خود ایمانی خسارہ بٹورنے میں کافی حد تک کامیاب و کامران نظر آتے ہیں۔

رب قدیر ہم سب کو افکارِ رضا کا سچا پاسبان و ترجمان بنائے اور مسلکِ امام پر زندہ رکھے اور اسی پر موت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

□□□
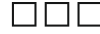
ٹھنڈی غنیمت!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: کیا میں تمہیں ٹھنڈی غنیمت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: اے ابوہریرہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا: سردیوں میں روزے رکھنا۔

(الزہد للامام احمد بن حنبل)

عمل کرنے کے لائق کچھ اچھی باتیں

(۱) انسان زبان کے پردے میں چھپا ہے

(۲) دوسروں کیلئے وہی پسند کرو جو خود کو پسند ہو

(۳) بھوکے شریف اور شکم سیر کمینے سے بچو

(۴) بہترین لقمہ محنت سے حاصل کردہ لقمہ ہے

(۵) موت کو یاد رکھو، لیکن اس کی آرزو نہ کرو

(۶) پریشانی حالات سے نہیں، خیالات سے ہے

(۷) بہتر آنکھ وہ ہے جو حقیقت کا سامنا کرے

(۸) مشکل ترین کام اپنی اصلاح کرنا ہے

(۸) آسان ترین کام دوسروں پر تنقید کرنا ہے

(۹) نفرت دل کا پاگل پن ہے

(۱۰) مایوس کو کامیابی بھی ناکامی نظر آتی ہے

(۱۱) بہترین کمال آدب ہے